Series Editor
DR. KAUSAR FATIMA

المرأة في الإسلام
ومكانتها في المجتمع الإسلامي

Women in Islam
and their Standing in the Muslim Society

La femme en islam
et sa place dans la societe islamique

इस्लाम में औरतों का स्थान
और उनकी भूमिका

اسلام میں خواتین
کا مقام اور ان کا سماجی رول

9 789381 461006
milli publications

A POLYGLOT EDITION
ENGLISH • FRENCH • HINDI • ARABIC • URDU

WOMEN IN ISLAM

MILLI

WOMEN IN ISLAM

and their Standing in the Muslim Society

Dr Abdulaziz Othman Altwaijri

اسلام میں خواتین

کا مقام اور ان کا سماجی رول

ڈاکٹر عبدالعزیز بن عثمان التویجری

اسلام میں خواتین

کا مقام اور ان کا سماجی رول

سیریز ایڈیٹر

ڈاکٹر کوثر فاطمہ

پنج لسانی ایڈیشن

اردو، عربی، انگریزی، فرنچ، ہندی

ملی پبلی کیشنز، نئی دہلی

سالِ اشاعت ۲۰۱۶ء

ISBN 978-93-81461-00-6

نامِ کتاب : اسلام میں خواتین کا مقام اور ان کا سماجی رول
مصنف : ڈاکٹر عبدالعزیز بن عثمان التویجری
پہلا ہندوستانی ایڈیشن : ۲۰۱۶ء
قیمت : ایک سو پچاس روپے (Rs.150/-)
مطبع : گلوریس پرنٹرس، نئی دہلی۔۲

ناشر
ملّی پبلی کیشنز
ملی ٹائمز بلڈنگ، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵
Milli Times Building, Abul Fazl Enclave,
Jamia Nagar, New Delhi-25
Tel:. +91-11-26945499, 26946246
Fax: +91-11-26945499
Email:millitimes@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

جب میں عالمہ فاضلہ کی طالبہ تھی تو مجھے اپنے خدا سے بڑی شکایت تھی۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ اس نے ہم عورتوں کو ناقص العقل والدین کیوں پیدا کیا۔ ہم پر وَقرن فی بُیوتکنّ کے حوالے سے گھروں میں محصور رہنے کی ابدی پابندی کیوں عائد کردی۔ مجھے اس بات کا بھی شکوہ تھا کہ مردوں کو ہمارے اوپر قوّام، جس کا ترجمہ اپنے ذہنی رجحان کے مطابق آپ حکمراں، نگراں یا انچارج جو بھی کریں، کیوں بنایا گیا۔ للرجال علیھن درجہ کہہ کر دنیا کے ہر مرد کو خواہ وہ اخلاقی طور پر کتنا ہی پست کیوں نہ ہو ہم عورتوں پر تفوق کیوں عطا کیا گیا۔ ترکے میں ہمارا حصہ مردوں سے کم اور گواہی میں ہمارا اعتبار مردوں سے آدھا کیوں رکھا گیا؟ جب میں مکمل مولوی بن کر نکلی تو میرے نزدیک قرآن رجالی تفوق کی ایک کتاب تھی، ایک ایسی کتاب جو مردوں کی بالادستی کا منشور ہو، جو یہ بتاتی ہو کہ دنیا درصل مردوں کے لیے بنائی گئی ہے، ہم عورتوں کا وجود یہاں ضمنی ہے۔ لتسکنوا الیھا کی تعبیر بھی ہم عورتوں کو مردوں کی سروس انڈسٹری کا حصّہ بتاتی۔ میں شاید زندگی بھر قرآن کو پدرانہ معاشرے کا منشور سمجھتی اگر میرا علمی سفر یہیں رک گیا ہوتا۔

علی گڑھ میں اپنی .Ph.D کے دوران جب میں نے مسلم عورت کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا تو مجھے عورت کے سلسلے میں ہر آیت اور ہر روایت کی تحقیق کا موقع ملا۔ مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ جس عورت کو روایتی ذہن ناقص العقل والدّین بتایا ہے اسی عورت کو قرآن نے آسیہ اور مریم کی

شکل میں تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے قدوہ یعنی رول ماڈل قرار دیا ہے۔ اگر عورت واقعتاً فطری طور پر ناقص العقل والدّین بنائی گئی ہے تو پھر عورت تو عورت مرد حضرات کو ان کی پیروی کی ترغیب کے کیا معنی ہیں؟ اس سوال کو ذرا اور آگے بڑھایئے اگر للرجال علیھن درجہ **ایک عمومی** بیان ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، تو میں دین مبین کے شارحین سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا آج دنیا کا متقی سے متقی شخص بھی حضرت عائشہؓ یا حضرت ام سلمیٰؓ سے ایک درجہ آگے ہونے کا دعوی کر سکتا ہے۔ کیا ہمارے علماء واقعی سمجھتے ہیں کہ عورت ہونے کی حیثیت سے حضرت عائشہؓ ناقص العقل والدین تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں حضرت ام سلمیٰؓ کا مشورہ قبول کر رہے تھے تو کیا اس بات سے دانستاً چشم پوشی فرما رہے تھے کہ وہ بحیثیت عورت ناقص العقل تھیں؟

مجھے اس بات پر خوشگوار حیرت ہوئی کہ قرآن کو رجالی تفوق کی کتاب سمجھنے میں میرے دل میں جو شبہات پیدا ہوئے تھے میں وہ پہلی خاتون نہ تھی، مجھ سے بہت پہلے صدر اوّل میں کچھ اسی قسم کے اعتراضات ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ نے بھی کیے تھے۔ ام سلمیٰؓ نے ایک دن رسول اللہ سے سوال کیا کہ اے خدا کے رسول کیا اللہ صرف مردوں سے ہی خطاب کرتا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اس سوال کے نتیجہ میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنّ المسلمین و المسلمات و المومنینَ و المومنات والقانتینَ و القانتات۔ الخ (احزاب:۳۵)۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ قرآن پر، بلکہ کہہ لیجیے کہ اسلام پر ہم عورتوں کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ مردوں کا۔ جب میں اس آیت پر پہنچی کہ للرجالِ نصیب مِمّا اکتسبو ا وللنّساءِ نصیب ممّا اکتسبن (نساء،۳۲) تو میرے تمام شبہات جاتے رہے۔ خدا سے میری شکایت ختم ہوگئی کہ اب قرآن مجھے رجالی تفوق کی کتاب نہیں بلکہ انسانی مساوات اور حریت فکری کا منشور معلوم ہونے لگا۔ مجھے یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ جس کتاب کی بدولت عورت کو اس کی شخصیت واپس ملی، اسے مال کے بجائے انسان سمجھا گیا، اسی کتاب کی رجالی تعبیر نے آگے چل عورتوں سے اس کے اسلامی حقوق بلکہ بنیادی انسانی حقوق چھین لینے کی کوشش

کی۔ مردوں نے یہ کام تعبیرات کے ذریعہ کیا یا جھوٹی تراشیدہ روایات کے ذریعہ۔ کبھی گھوڑا، گھر اور عورت کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا، کبھی انھیں ناقص العقل والدین بتایا اور یہ بھی نہ سوچا کہ ان روایات کی زد آسیہؑ، مریمؑ، خدیجہؓ، عائشہؓ اور ام سلمیٰؓ ہی پر نہیں پڑتی بلکہ اسلام کا آفاقی پیغام بھی اس کی زد میں آجاتا ہے۔ حافظ ذہبی نے میزان العتدال میں لکھا ہے کہ حدیث کے جھوٹے راویوں میں بے شمار مردوں کے نام دکھائی دیتے ہیں لیکن ایک عورت بھی جھوٹی روایت کے لیے متہم نہیں کی جاسکتی۔ بے چاری عورتیں خشیتِ الٰہی کے سبب ایسا کر بھی نہیں کرسکتی تھیں سو وہ پیچھے رہ گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شریعت نے عورتوں کو جو کچھ عطا کیا تھا، مردانہ تعبیرات اور مردانہ روایت سازی نے وہ سب کچھ بڑی ہوشیاری سے ان سے چھین لیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ہماری نصف آبادی یا تو عملاً معطل ہے یا بے شعور مردوں کی تابع و مہمل۔

غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ جو شخص عورت کے مشورہ پر چلے گا وہ جہنم میں اوندھا ڈالا جائے گا۔ حضرت عمرؓ کے حوالے سے انہوں نے ایک روایت لکھی ہے کہ عورتوں سے مشورہ ضرور کرو لیکن اس کا الٹا کرو کہ ایسا کرنے میں برکت ہے۔ کاش کہ انھیں معلوم ہوتا کہ حضرت ام سلمیٰؓ کے مشورے پر رسول ؐاللہ نے اس وقت عمل کیا جب بڑے بڑے مردوں کے مشورے کام نہیں کر رہے تھے۔ ملکۂ سبا کے مشورے پر چل کر پوری قوم آمنتُ بِرب سلیمان پکار اٹھی۔ لیکن پھر بھی عورت سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ حساس امور سے دور رہے۔ روایتی دینداری تو صرف اس عورت کو رول ماڈل کے طور پر پیش کرتی ہے، جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ لکھنؤ کی ایک بی بی جن کے میاں اکثر کوٹھے پر مجرا سنتے اور زیادہ وقت وہیں گذارتے تھے وہ اس بات پر احتجاج کرنے کے بجائے اتنی تابعدار تھیں کہ انھیں وہیں کوٹھے پر کھانا بنا بنا کر بھیجا کرتی تھیں اور بقول اشرف علی تھانوی، تمام خلق میں اس نیک بی بی کی تابعداری اور نیک مزاجی کا چرچا تھا۔ جب تک ہمارے درمیان نیک بیبیوں کی یہ نسل باقی رہے گی مردوں کی اصلاح کی کوئی ترکیب کامیاب نہیں ہوسکتی۔

زیرِنظر کتاب ایسی تمام نیک بیبیوں کے لئے ایک پرزور نصیحت ہے جو اسلامی تاریخ اور مصالح دین سے بے خبر مروجہ رسم ورواج کو دین سمجھ بیٹھی ہیں اور جو اپنے اندر اتنی جرأت نہیں پاتیں کہ اصلاحِ احوال کے لئے سامنے آئیں۔ اس مختصر سی کتاب میں قرآن وسنت اور روایات وآثار سے ڈھیروں ایسے شواہد جمع کردئے گئے ہیں جو اس بات پر دال ہیں کہ مسلم معاشرے میں خواتین کا رول اتنا ہی اہم ہے جتنا مردوں کا۔ کاش کہ مسلم خواتین اپنی روشن تاریخ سے آگاہ ہوسکیں اور کاش کہ ان کے لئے رجالی تعبیرات کا پردہ چاک کرنا ممکن ہو۔ زیرِنظر کتاب، مجھے یقین ہے کہ اس عمل میں آپ کی بھرپور معاونت کرے گی۔

میرے لئے اس کتاب کی ترتیب وتزئین ایک سعادت ہے۔ کتاب کے مصنف ہز ایکسلنسی ڈاکٹر عبدالعزیز عثمان التویجری ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ عرب مصنف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جدید وقدیم علوم پر یکساں دسترس دی ہے۔ آپ کے علمی قد وکاٹھ کے اعتراف میں شرق وغرب کی دسیوں یونیورسٹیوں نے آپ کو اعزازی ڈاکٹریٹ سے نوازا ہے۔ میں نے جب بھی ڈاکٹر تویجری سے کسی موضوع پر گفتگو کی، ایک عجیب وغریب علمی حظ کا احساس ہوا۔ کتاب وسنت سے گہری واقفیت کے ساتھ ساتھ معاصر علوم تک ایسی رسائی اور جدید دنیا کی اس قدر معلومات اور بصیرت کہ وہ بولیں اور آپ سنیں۔ اللہ انھیں قائم ودائم رکھے اور ان کی مساعی سے امت کو فائدہ پہنچائے۔ آمین!

ڈاکٹر کوثر فاطمہ
پوسٹ ڈاکٹریٹ فیلو
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مقدّمہ

یہ مقالہ ۱۹۹۲ء میں چھپا تھا، آج اس کی اشاعت اول کو، جب یہ کتابی شکل میں انگریزی اور فرنچ ترجموں کے ساتھ آیا، 16 سال ہو چکے ہیں۔ اس دوران اسلام میں عورت کے مقام پر کئی سطحوں پر نئے سرے سے گفتگو ہوئی۔ اسلامی معاشروں میں اس کے رول اور اس کے مسائل پر کئی زاویوں سے بات آئی۔ اسلام میں عورت کی تکریم، اس کے سماجی رول اور عالم اسلامی کے تہذیبی ارتقاء میں اس کے کردار، اس کے پیغام اور اس کی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں بہت سے شکوک وشبہات بھی اٹھائے گئے۔ جن کا تقاضا تھا کہ اس سلسلہ میں اٹھائے جانے والے مسائل کا متوازن انداز میں جائزہ لیتے ہوئے حقائق کو اجاگر کرنے اور غلط باتوں کی تردید کے لیے ایک نیا جواب دیا جائے جو اطمینان دینے والا بھی ہو اور تشفی بخش بھی۔ چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ اِس تحقیق پر نظر ثانی کی جائے، اس کے بعض مضامین میں اضافہ کیا جائے اور بعض فقروں کو دوبارہ لکھا جائے اور اس موضوع پر میرے ذہن میں جو نئی باتیں آئی ہیں ان کا اضافہ کروں۔ اور پہلی اشاعت کی طرح ہی اس جدید اشاعت کو بھی انگریزی اور فرنچ ترجموں کے ساتھ ہی منظر عام پر لایا جائے۔

اسلام میں عورت کے بارے میں گفتگو بڑی غمناک ہے۔ اس کا سلسلہ کہیں رک نہیں رہا ہے اور جب بھی گفتگو پھر سے شروع ہوتی ہے گہرائی سے اور جامعیت سے موضوع کا احاطہ کرنے والے تحقیق کار کے آگے نئے نئے آفاق کھل جاتے ہیں۔ اسلامی معاشروں میں عورت کے مسائل وقت کے گرم موضوعات میں سے ہیں۔ کیونکہ یہ مسائل معاشرہ پر بہت اثر انداز ہوتے ہیں اور رائے عامہ کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور سماج کے ثقافتی، اقتصادی، سیاسی اور دوسرے مسائل سے

بھی ان کا گہرا تعلق ہے۔اوراس کا تقاضا ہے کہ اس مسئلہ کو نئے سرے سے پیش کیا جائے ۔تا کہ اسلام کے پیغام اوراسلامی شریعت کے روادارانہ اصول کی تشریح کی کوشش ہواورخواتین کواللہ نے جوحقوق دیے ہیں،شریعت حقہ نے ان کی جوتکریم کی ہے اُس کی تاکید کی جائے کیونکہ اسلامی شریعت سے پہلے عورت کے لیے ان حقوق کا کوئی تصور نہ تھا۔اس مطالعہ میں میں نے اسلام میں خواتین کی ایک ہمہ جہتی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔تمہید میں قدیم ادیان و مذاہب اورتہذیبوں میں عورت کی پوزیشن بھی بیان کی ہے جس کے موثوقہ مصادر سے حوالے دیے ہیں۔پھر میں نے یہ بیان کیا ہے کہ اسلام میں عورت کے کیا حقوق ہیں،اسی طرح عورت کے عدالتی ،سیاسی اورسوِل حقوق بھی بیان کردیے ہیں۔آخر میں،ہم نے تاریخ اسلام میں عورت نے کیا علمی اورعملی کارنامے انجام دیے اس کی چند جھلکیاں پیش کی ہیں۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس مطالعہ کو نفع بخش بنائے اوراُسے اس موضوع پر مزید کام کرنے والوں کے لیے کارآمد کردے۔

عبدالعزیز عثمان التویجری

ڈائیرکٹر جنرل

اسلامی تنظیم برائے تربیت وسائنس وثقافت

عورت قدیم تہذیبوں میں

اسلام سے پہلے کے ادیان ومذاہب اورتہذیبوں میں عورت کی حالت کیا تھی اس پرایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اسلام نے عورت کوکس نظر سے دیکھا اوراس کوکون سے نمایاں حقوق اوراحترام دیا۔ قدیم ادیان ومذاہب اورتہذیبوں کی فکراور ان کے پیروؤں کی عملی زندگی کی مثالیں اس باب میں پیش کرنے سے اوران کا تقابل اسلام کے معاشرتی فکراورعملی رویہ سے کرنے سے مطالعہ کرنے والے، اگراس موضوع پر تحقیق کا محرک انصاف اورحقیقت کی تلاش ہو، لازماً ایک منصفانہ نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں اورمختلف قوموں میں عورت نے زبردست ظلم وزیادتی کا سامنا کیا۔ یہاں تک کہ اس کومعمولی انسانی حقوق سے بھی محروم کیا گیا اوراکثر اوقات اُسے اپنی ساخت اوررتبہ دونوں کے اعتبار سے مرد سے کم درجہ کی چیز سمجھا گیا۔ سومری، آشوری اور ماوراءالنہر کی بابلی تہذیبوں میں عورت کونہ کوئی وزن دیا جاتا تھا نہ اس کی رائے کا کوئی اعتبار ہوتا۔ اتنا ہی نہیں حمورابی کا قانون عورت کواس کے ناکردہ گناہ کا مجرم گردانتا۔ عورت کے بدلے مرد کوقصاص میں قتل نہ کیا جاتا۔[۱] ہندوستان میں منوسمرتی عورت کوایسی جائداد کی مانند قرار دیتی جووراثت میں منتقل ہوتی ہے۔ اُسے پڑھنے کا حق نہ تھا۔ اس کا کام بس مردوں کوسامانِ لذت فراہم کرنا تھا[۲] بلکہ اس کی زندگی شوہر کی موت پر ہی ختم ہوجاتی کیونکہ رائج رسم یہ تھی کہ بیوہ عورت کواپنے مردہ شوہر کے ساتھ ہی ستی کردیا جاتا اورزندہ جلادیا جاتا۔[۳] چین کی تہذیب میں عورت کومنحوس سمجھا جاتا جس کوگھر سے نکلنا اورکسی انسان کا چہرہ دیکھ لینا حرام تھا[۴] یونانیوں کے نزدیک بھی عورت ایک ناپاک مخلوق تھی[۵] یونانی شاعر ہزیود عورت کی صفت بیان کرتا ہے کہ اُس کوکتے کی عقل اورمکروفریب کی عادتیں دی گئی

ہیں۔[۶] یونانیوں کا ایک خطیب ڈیموسٹین کہتا ہے: ہم زنا کار عورتوں سے لذت لیتے ہیں، عورتوں سے دوستی کرتے ہیں تا کہ روزانہ ہمارے جسم ٹھیک رہیں اور بیویاں کرتے ہیں تا کہ وہ ہمارے لیے بچے جنیں۔[۷] رومیوں کے نزدیک عورت نجس جاندار تھی، اس پر عبادت خانوں کے دروازے بند تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ جنت میں جانے کی اہل نہیں ہے۔ اس کا عورت ہونا ہی قانون کی نظر میں اس کو نااہل قرار دیتا تھا۔[۸] تورات میں حوا کو آدم کے بہک جانے کا سبب بتایا گیا ہے۔ چنانچہ سفر تکوین اور اصحاح کے باب ۳ میں آیا ہے: ''جو عورت تو نے میرے ساتھ کر دی تھی اس نے مجھے شجرہ دیا جسے میں نے کھالیا''[۹] اسی طرح بیوی کو شوہر کی ملکیت سمجھا گیا اسی لیے اس پر لازم تھا کہ وہ اپنے انسانی و مادی حقوق سے دست بردار ہو جائے۔ بنواسرائیل نے دوشیزاؤں کی قربانیاں مولک (Moloch) کی خوشنودی کے لیے دیں جن کو آگ میں جلا دیا جاتا۔ اصحاح کے سفر ارمیاہ 32 میں آیا ہے: ''اور ان کی لڑکیاں مولک کے لیے آگ میں ڈالی جارہی ہیں، یہ وہ بات ہے جس کا میں نے ان کو حکم نہیں دیا تھا''۔[۱۰] عرب لوگ جاہلیت کے زمانہ میں جب ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ در گور کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ان میں کسی ایک کو لڑکی کی پیدائش کی بشارت دی جاتی تو اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا، وہ گھٹا گھٹا رہتا شرم کی وجہ سے لوگوں سے چھپا پھرتا یا تو ذلت کو برداشت کر کے رہنے دیتا یا اس کو مٹی میں دبا دیتا، دیکھو کہ وہ کتنا برا حکم لگا رہے ہیں۔''[۱۱]

عورت کے بارے میں اسلام کا موقف

عورت کے تعلق سے قدیم ادیان و مذاہب اور تہذیبوں میں جو فکری یا عملی انحراف پایا جاتا تھا قرآن نے آ کر اس کو درست کیا، فرمایا: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا[۱۲] قرآن فرائض و واجبات کے سلسلہ میں عورت و مرد کو برابر قرار دیتا ہے۔ ''ہر نفس مرہون ہے اپنی کمائی سے''[۱۳] قرآن نے عورت کو آدم کو بہکانے سے بری قرار دیا کیونکہ شجرہ سے دور رہنے کا حکم دونوں ہی کو دیا گیا تھا: ''تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا''[۱۴] وسوسہ اور بہکانے کا کام شیطان نے کیا تھا اور دونوں کو بہکایا تھا[۱۵] ''شیطان

نے ان دونوں کواس سے گمراہ کردیا'[۱۶] توبہ بھی دونوں نے ساتھ ساتھ مانگی تھی، دونوں عرض گزار ہوئے:

''اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپرظلم کیا ہے اگرتو ہمیں معاف نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم تباہ ہونے والوں میں سے ہوں گے''[۱۷] اسی طرح قرآن نے پیدائش میں دونوں کو ایک جیسا قرار دیا، ذمہ داریاں اوران کے بدلہ میں دونوں میں مساوات رکھی۔ایک کودوسرے پرکوئی فضیلت نہیں سوائے عمل کے ذریعہ۔قرآن کے مطابق عورت مرد کی تابع محض نہیں ہے بلکہ اُس کی اپنی شخصیت اوراپنا مستقل وجود ہے۔اللہ نے عورت کے لیے وہی طیبات حلال رکھے جومرد کے لیے رکھے۔ وہی خبائث اس پرحرام ہیں جومرد پرحرام ہیں۔عورت نہ شیطان کی ساتھی ہے اورنہ جسمانی شہوتوں کا مرکز۔ ہر چیز میں اس کی ذمہ داری بھی مرد کے برابر ہے۔ ہاں نسوانی ساخت کی وجہ سے جن چیزوں کووہ انجام نہ دے سکے اس کی بات الگ ہے۔ چنانچہ عورت کوشریفانہ زندگی کا، تعلیم وتربیت کا ،ملکیت رکھنے اوراس میں تصرف کا ،شادی کا، بچوں کو پالنے کا، میراث کا ،کام کرنے کا اورمعاشرہ میں اعتراف ملنے کا پوراحق ہے۔اسلام میں نہ رہبانیت ہے، نہ معاشرتی زندگی سے انقطاع ہے، نہ طاعت واحترام میں باپ اور ماں کے درمیان فرق ہے۔اللہ نے فرمایا:

''ہم نے انسان کووصیت کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے ،اس کی ماں نے مشقت سے اس کوحمل میں رکھا اورمشقت سے ہی اس کو جنا،اس کے حمل اوردودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ سن رشد کوپہنچ جاتا اور 40 کا ہوجاتا ہے تو کہتا ہے ،اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکرادا کروں جوتو نے مجھ پر کی ہے اورمیرے والدین پر کی ہے ۔[۱۸] اورتیرے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم بس اُسی کی عبادت کرواوراپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو[۱۹] توان دونوں کے لیے اف نہ کہو، نہ ان کوڈانٹو اورکہوان سے بھلی بات''۔[۲۰]

اسلام نے مسلمانوں کو پابند بنایا ہے کہ وہ لڑکی کا بھی ویسے ہی استقبال کریں جیسے اس

کے بھائی کا کرتے ہیں۔اورلڑکے ولڑکی میں کوئی فرق وامتیاز روانہ رکھیں کہ لڑکے کولڑکی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔اگرلڑکی نہ ہوتی توانسان کی پیدائش نہ ہوتی اوراس کی نسل بھی آگے نہ بڑھتی۔ اسی وجہ سے اسلام نے اس کی پیدائش پر بھی عقیقہ کوسنت قرار دیااورلڑکی کا اچھانام رکھنے کی نصیحت کی۔اوربعض قوموں میں لڑکیوں کی پیدائش کومنحوس قرار دینے یااسے زندہ درگور کردینے کی جو جاہلی عادات تھیں مثلاً چین وہند میں اوراسلام سے پہلے کے عرب میں،اسلام نے اس کی شدید مذمت کی۔اسلام نے یہ بھی فرض قرار دیا کہ لڑکےلڑکیوں دونوں کوتعلیم دی جائے۔حدیث میں آیا ہے علم کا حصول ہرمسلمان پرفرض ہے[۱۲] اس نے جس طرح والدین پر یہ ضروری قرار دیا کہ بچیوں پرخرچ کریں اسی طرح یہ بھی فرض قرار دیا کہ ان کی فکری وادبی تربیت کریں۔انہیں تعلیم دلائیں ان کی اخلاقی ومعاشرتی تربیت کریں تاکہ نئی نسل معاشرہ میں صحیح طور پرفٹ ہوجائے اورمعاشرہ کی ترقی وفروغ میں ہاتھ بٹائے۔اسی لیے باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیٹوں وبیٹیوں کوتعلیم دلائے،تعلیم میں یہ بھی ہے کہ دین کی تعلیم دلائے اوران جنرل علوم کی تحصیل کرائے جوانسان کواپنے معاشرہ میں فٹ ہونے کے لائق بناتے ہیں۔جن سے وہ روزی کماسکیں اوراپنی عزت وشرف کی حفاظت کرسکیں۔اُن کو وہ علم حاصل کرنا چاہیے جس سے ان کوفائدہ ہواوران کے معاشرہ کوفائدہ ہو۔اسی طرح اسلام نے عورت کی عصمت وعفت کے تحفظ کا بھی پوراااہتمام کیاہے اورکجروی سے اس کی حفاظت کی ہے۔اسی وجہ سے اسلام نے عورت کو پابند بنایا ہے کہ وہ اپنی زیب وزینت کا اظہار نہ کرے سوائے اس کے جوخودظاہر ہوجائے۔اورعورت ومرد پرتنہائی میں اکٹھا ہوناحرام قرار دیا ہے تاکہ دل کے دھوکہ،خیانت اوراغوائے نفس سے بچاجاسکے۔عورت کے شرف کی حفاظت ہواور معاشرہ میں اس کے رتبہ کاتحفظ ہو۔اسلام نےعورت کومعرفت وتفقہ کاہتھیار دیاہے۔اس کے لیے بھی وہ چیزیں مباح کی ہیں جومرد کے لیےمباح ہیں۔یعنی اجتماعی واقتصادی معاملات اورشادی بیاہ کالطف۔اسلام نے شادی کے ذریعہ اولاد کی پیدائش سے اس کومحروم نہیں رکھا۔تاکہ انسانی نسل کی بقاءاورافزائش ہوسکے۔اوریوں اسلام نےعورت کونئے خاندان کی پہلی اینٹ اورسماج کی ترقی کے

لیے ایک مؤثر وفعال عنصر بنادیا۔

شادی

انسان کی خاصیت ہے کہ اُسے باقی رہنے اورزندہ رہنے کی چاہت ہوتی ہے ، فنااورموت سے ڈرلگتا ہے ۔دین اسلام نے انسان کے وجدان وعقل میں پیوست اس میلان کی سیرابی کا انتظام کیا کیونکہ وہ انسان کی دنیاوآخرت کی بھلائی کا ذمہ دار ہے ۔انسان کی بقایہ ہے کہ موت سے اس کی زندگی کا خاتمہ نہیں ہوتااوراس کا دنیامیں تسلسل اپنے وارث کو پیدا کر کے ہوتا ہے جواس کی جسمانی ونفسیاتی خصوصیات کا بھی وارث ہوتا ہےاورساتھ ہی اس نے انسانیت کی بھلائی کے لیے جواچھے اعمال کیے ہیں ان کا بھی وارث ہوتا ہے ۔جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: جب ابن آدم مرجاتا ہےتواس کاعمل منقطع ہوجاتا ہے ہاں تین چیزوں کاتسلسل اُسے حاصل رہتا ہےنفع بخش علم،صدقہ جاریہ،اورنیک اولادجواس کے لیے دعا کرے[۲۲]

اسلام نے شادی کی تاکید کی ہے جو کہ مردوعورت کے درمیان ایک شرعی تعلق ہے،اس نے اس تعلق کوواقعیت کی بنیادپر قائم کیا ہےصرف آئیڈیل،خیالی یاجذباتی موقف پرنہیں ۔کیونکہ دین اسلام اُن مبادی واحکام کا مجموعہ ہے جوانسانوں کے حالات اوراقتضائات کے مطابق فرض ہوتے ہیں۔اس لیے ان احکام کویوں قبول کرنا چاہیے کہ وہ پورے معاشرہ کی سلامتی کی ضمانت دیتے ہیں محض افرادکی خواہشات ورغبات کا اعتبارنہیں ہوتا۔ایسے حالات کی طرف جن میں سب کے جذبات کی رعایت نہ ہواسلام بہت شدیدمجبوری کی حالت میں ہی جاتا ہے۔چنانچہ شادی کا رشتہ ایک مضبوط رشتہ ہےاورپکاعہدوپیمان ہے جوتبھی باقی رہ سکتا ہے جب عورت کے شرف کی حفاظت ہواوراس کے ساتھ رہن سہن بھی اچھے انداز میں ہواورحسن سلوک ہوجیسا کہ: وعاشروھن بالمعروف کا تقاضا ہے۔[۲۳]اورکہا گیا ہے کہ:ان پرتنگی کرنے کے لیےانہیں نہ ستاؤ[۲۴]۔حدیث میں آیا ہے کہ:تم میں سب سے اچھاوہ ہے جواپنے گھروالوں کے لیےسب سے اچھاہو۔[۲۵]اوریہ بھی کہا گیا کہ :تم میں سب سے اچھاوہ ہے جواپنی بیوی کے لیے سب سے

اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھا ہوں۔عورت کے ساتھ عزت سے وہی پیش آتا ہے جو شریف ہوتا ہے اور ان کی اہانت وہی کرتا ہے جو کمینہ ہوتا ہے۔[۲۶] اسی بنیاد پر اسلام نے نہ علی الاطلاق تعدد ازواج کی اجازت دی نہ طلاق کی بلکہ اس کو کئی شرطوں سے مشروط کر رکھا ہے۔اس بارے میں بنیادی قاعدہ کنبہ کی مصلحت اور فائدہ ہے۔شوہر و بیوی دونوں کی رضامندی اور مشاورت کی ضرورت ہے۔قرآن نے کہا: اگر ماں باپ دونوں باہمی مشورہ اور رضامندی سے بچہ کا دودھ چھڑانا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔[۲۷] کیونکہ خاندان میں باہمی مشورہ حکومت میں شوری کی طرح ہے جو اسلامی معاشرہ کی اساس ہے۔اور مشاورت خاندان وحکومت دونوں کے معاملات میں سرکشی، استبداد اور ظلم سے روکتی ہے۔چونکہ شریعت اسلامی کے مقاصد میں دین ،نفس ،نسل ،مال اور عقل کی حفاظت ہے۔تو ان مقاصد میں سے تیسرے مقصد یعنی نسل کی حفاظت کا ذریعہ شادی ہے۔تاہم شادی محض افزائش نسل کا قانونی راستہ ہی نہیں بلکہ وہ خاندان کے استقرار،اطمینان،مودت اور محبت کے لیے ہے جس کو قرآن یوں کہتا ہے:''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو''[۲۸] یہ لباس شوہر و بیوی دونوں کا ایک دوسرے سے بالکل گھل مل جانا اور ایک دوسرے کے بہت قریب آنا ہے۔: جبکہ تم ایک دوسرے کے بہت قریب آ چکے۔[۲۹] ایک دوسرے کا لباس ہونا اور باہمی شدید قربت ہی خاندان کے ادارہ کی بنیاد ہے اور عورت اس میں بنیادی اینٹ ہے۔تاہم یہ وجدانی رابطہ اور اس سے پیدا ہونے والی ذمہ داری اپنی جگہ،شادی کا سب سے بڑا مقصد نسل کی بقاء ہے۔تاکہ انسانیت دنیا کو آباد کرتی رہے۔اگر شادی سے یہ غرض پوری نہ ہو اور بچے پیدا نہ ہوں تو عورت کے لیے دو راستے ہیں یا تو اسی طرح رہے اور صبر کرلے یا خلع لے لے۔اور اگر کمی عورت میں ہو تو شوہر کے لیے یہ ہے کہ یا تو صبر کرے یا اس عورت کو طلاق دے دے اور دوسری شادی کرلے۔یہ شریعت کا وہ محکم قانون ہے جو اسلامی شریعت سے قبل کی شریعتوں میں نہیں پایا جاتا تھا نہ اس تک آج کے وضعی قوانین پہنچ سکے۔

مادریت

اسلام میں شادی ایک مقصد نہیں بلکہ ایک مضبوط خاندان کی تعمیر کا وسیلہ ہے۔خاندان ہی معاشرہ کی تشکیل کی پہلی اینٹ ہے۔اس لیے اسلام اس کا حریص ہے کہ اینٹ مضبوط پختہ اور صحیح وسالم ہو چنانچہ مادریت اس بنیادی اینٹ کو اور مضبوط کرتی ہے۔ مادریت صرف بچہ پیدا کرنے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر نطفہ بننے سے لیکر بچہ کی مضبوطی تک اس کی پوری دیکھ بھال کا نام ہے۔اسلام نے شادی کے لیے عورت کے انتخاب اور شادی کی شرطوں کے لیے بڑی باریکی اور دقتِ نظر سے رہنمائی دی ہے۔مادریت عورت کی زندگی کا بنیادی وظیفہ ہے جیسے درخت جس کی ساری قدر و قیمت اس کے پھلوں سے ہوتی ہے۔پھر یہ کہ مادریت رضاعت ،رعایت اور تربیت وتعلیم سب کو شامل ہے،اور صالح معاشرہ کی تشکیل میں اس کا بڑا حصہ ہے۔اسلام نے مادریت کا لحاظ کرتے ہوئے معاشرہ میں عورت کو بڑی اہمیت دی ہے۔اُسے اپنا بنیادی فطری فریضہ انجام دینے کے لیے ساری آسانیاں فراہم کی ہیں،چنانچہ گھر سے باہر کے کام کا بوجھ اس پر نہیں ڈالا اور مرد کو اس کا قوام بنادیا۔قوامیت کا مطلب استبداد یا اس پر مسلط ہوجانا نہیں بلکہ گھر کے اخراجات اور دیکھ بھال کا بار اٹھانا ہے ۔تو چونکہ مادی طور پر مرد کی ذمہ داری زیادہ ہے اسی لیے میراث میں بھی اس کا حصہ زیادہ رکھا گیا ہے تاکہ خاندان میں بیٹوں و بیٹیوں کے درمیان توازن بنا رہے۔چنانچہ عورت کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا گیا وہ پوری یکسوئی ،ذمہ داری ،اہتمام وتوجہ سے اپنے بیٹوں و بیٹیوں کی تعلیم وتربیت کرسکتی ہے۔اور جتنا زیادہ وہ اس کا اہتمام کرے گی اتنا ہی اس کے اور بچوں کے بیچ میں تعلقات بہتر بنیں گے، یہاں تک کہ وہ اپنا فرض پوری طرح ادا کرچکے گی۔ اولاد پر واجب ہوگا کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کریں جیسا کہ آیات قرآن اور احادیث نبوی میں صراحت کی گئی ہے۔

ایک خاتون اپنا عظیم فرض یعنی مادریت کا فرض تبھی نبھا سکتی ہے جب سماج اس کو مناسب توجہ واحترام دے۔اس کے حقوق اس کو دے اور اس کی ذمہ داریوں کی تحدیدیوں کرے کہ

وہ سماج کی فعال ممبر بن جائے۔اسلام نے اس بارے میں کوئی غفلت نہیں برتی بلکہ اس چیز کو باریک بینی اور تفصیل سے بیان کردیا ہے اوران بنیادوں پر کیا ہے جو خاتون کے نازک احساس، دقیق شعور کے مطابق ہوں۔اسی طرح اس کو جو جسمانی تغیرات لاحق ہوتے ہیں یعنی حیض ونفاس اور رضاعت وغیرہ ان سب کا بھی خیال پوری طرح رکھا گیا ہے۔یوں اسلام کی تعلیمات خاتون کی فطرت اوراس کی جسمانی ونفسیاتی تبدیلیوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔

عورت کے عدالتی حقوق

ایک خاتون کو اپنے مال میں تصرف کا پورا حق ہے، وہ اپنے عدالتی حقوق ومعاملات خود سے دیکھ سکتی ہے۔عدالت کے سامنے اپنے شوہر یا دوسروں پر مقدمہ کرسکتی ہے۔اسی طرح عدالت عورت کی گواہی پر اکیلے یا دوسری خاتون کے ساتھ جیسی بھی صورت حال ہو، فیصلہ کرسکتی ہے۔اسی طرح عدالت بھی عورت کے فتوے، فیصلے اور مشورے کو مان سکتی ہے۔میراث میں خاتون کا حق اتنی دقتِ نظری کے ساتھ متعین کردیا گیا ہے کہ اس میں کسی کھلواڑ کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی گئی۔

اسلام کا نظام زندگی بہت سے اجزاء سے مل کر بنا ہے اس مزاج کو سمجھے بغیر موقع موقع سے عورت کی گواہی کے بارے میں اسلامی منہاج پر سوالات کھڑے کیے جاتے ہیں۔حالانکہ بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں صرف عورتوں کی ہی گواہی لی جاتی ہے۔اور کبھی ایک مرد کی اور دو عورتوں کی گواہی ہوتی ہے۔اس بارے میں جو بھی تنقیدیں ہوتی ہیں وہ شریعت، اسلامی قانون اور علم معاشرت کی باریکیوں پر نظر رکھنے والوں کے سامنے ذرا دیر کے لیے بھی نہیں ٹھہر پاتیں۔کیونکہ بعض امور میں عورت کی گواہی قبول نہ کرنے کی وجہ اس کی کوئی جسمانی کمزوری یا نقص نہیں جبکہ شریعت نے ان مقامات کی تحدید کردی ہے کہ کہاں عورت کی گواہی قبول کی جائے گی اور کہاں مرد کی۔بعض ان چیزوں میں جو عورتوں سے متعلق ہیں ان میں مرد کی شہادت اسلام نے قبول نہیں کی، اسی طرح جہاں حدشرعی لازم آ رہی ہو وہاں عورت کی جذباتیت وحساسیت کے پیش نظر صرف اس کی شہادت کو کافی نہیں سمجھا گیا۔مثال کے طور پر قتل کا معاملہ ہے جس میں باریکی سے تحقیق کی ضرورت

ہوتی ہے۔

عورت کے سیاسی اور شہری حقوق

مسلمان عورت معاشرہ کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لے گی۔ اُسے یہ حق ہے کہ وہ جن پیشوں میں کام کرسکتی ہے ان کو اختیار کرے۔ اس چیز میں مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس بارے میں اسلام صرف یہ شرط لگاتا ہے کہ اس کی عفت کی حفاظت ہو اور وہ ان جگہوں سے دور رہے جہاں اس کی عزت کو بٹہ لگ سکتا ہوتا کہ سماج میں بے راہ روی اور اباحیت نہ پھیلے۔ تو اگر معاشرہ خواتین کے لیے کوئی میدان عمل متعین کرسکے تو یہ اسلامی روح سے قریب تر ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ ہو کہ خواتین کے لیے ایک حصہ خاص کر دیا جائے۔ مثلاً مسلمانوں نے مردوں اور خواتین کے لیے الگ مسجدیں تو نہیں بنائیں ہاں ایک ہی مسجد میں خواتین کے لیے ایک حصہ خاص کر دیا۔ یہ مناسب اور آسان حل ہے اس میں کوئی پیچیدگی اور محروم رکھنے والی بات نہیں۔

ریاست کے سربراہ اعلی کے منصب کو چھوڑ کر دوسرے مناصب پر خاتون کام کرسکتی ہے۔ جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے۔ البتہ طبری، ابن القاسم اور ابن حزم اس سے قضاء کے محکمہ کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔ اور موجودہ دور کے بعض فقہاء دونوں ہی عہدوں کے سلسلہ میں جمہور سے الگ رائے رکھتے ہیں۔ اِس چیز نے اس معاملہ کو مجتہد فیہ بنادیا ہے جس میں امت کے مفادات ہی فیصلہ کن ہوں گے۔

خواتین کے علمی کارناموں کی ایک جھلک

تاریخ میں مسلمان عورت نے اسلامی تہذیب کے دائرہ میں رہ کر علمی، فکری اور ادبی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ مختلف علوم اور ان کی شاخوں میں تفوق رکھنے والی خواتین خاصی تعداد میں نظر آتی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں پندرہ سو تینتالیس خواتین کے تذکرے لکھے ہیں جن میں فقیہ، محدثہ اور ادیبہ خواتین شامل ہیں۔ اسی طرح

امام نووی نے اپنی کتاب تھذیب الاسماء واللغات میں، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، سخاوی نے الضوء اللامع لاھل القرن التاسع میں اور عمر رضا کحالہ نے معجم اعلام النساء میں اور دوسرے مصنفین نے کتب طبقات وتراجم میں ان خواتین عالماؤں کے طویل تراجم لکھے ہیں جنہوں نے حدیث، تفسیر، فقہ اور ادب اور شعر وحکمت میں نمایاں مقام حاصل کیا۔

خود رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ہی سے مسلمان خاتون کا علم حاصل کرنا اور اس میں برتری ظاہر ہونی شروع ہو گئی تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ اپنے معاصرین میں قرآن، فرائض، شعر، ایام عرب (تاریخ)، کی سب سے بڑی عالمہ تھیں۔ ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے کسی کو فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہؓ سے بڑا عالم نہیں دیکھا''۔ فاطمہ بنت الحسین بن علیؓ بھی اپنے زمانہ کی عورتوں میں اپنے علم وتقوی میں سب سے بڑھی ہوئی تھیں۔ سیرت کی تدوین میں ان کی روایات پر ابن اسحاق اور ابن ہشام دونوں نے بھروسہ کیا ہے۔ نفیسہ بنت الحسن بن زید بن حسن بن علی بھی بڑی عالمہ تھیں جن کی مجلس (مدینہ میں) میں امام مالک بھی حاضر ہوا کرتے، وہ اپنے علم وصلاح میں مشہور تھیں۔ جب مصر منتقل ہو گئیں تو وہاں بھی علمی مجلس آراستہ کی جس میں علماء عصر حاضر ہوا کرتے۔ امام شافعی ان کی مجلسوں میں آتے اور ان سے فقہ اور اصول دین کے مسائل میں مباحثہ کرتے۔ انہوں نے اپنا یہ سلسلہ علمی تا وفات جاری رکھا۔ امام شافعی کی وفات ہوئی تو یہ بھی ان کی میت کے ساتھ چلنے والوں میں تھیں۔ بغداد کی زینب بنت العباس اہل فقہ واہل علم میں تھیں وہ امام ابن تیمیہ کی مجالس میں حاضر ہوتیں۔ ابن الکاتب کی بیٹی شہیدہ علوم حدیث میں نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ ان کے سامنے متعدد علما نے زانوئے تلمذ تہہ کیا جن میں ابن الجوزی اور ابن قدامہ المقدسی بھی ہیں۔ اصبہان کی ام حبیبہ حافظ المنذری کے شیوخ میں سے ہیں، جنہوں نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اُن سے اجازت لی تھی۔ فاطمہ بنت محمد بن احمد السمر قندی جلیل القدر فقیہہ تھیں جن سے بہت سوں نے علم حاصل کیا اور جنھوں نے با قاعدہ منصبِ تدریس سنبھالا۔ انہوں نے فقہ وحدیث میں بہت سی کتابیں بھی لکھیں۔ کہتے ہیں کہ

انہوں نے اپنے شوہر شیخ علاء الدین الکاسانی کی فقہ میں بہت سی غلطیاں نکالیں، جو کہ فقہ حنفی میں مشہور کتاب البدائع کے مصنف ہیں۔فاطمہ بنت احمد یحیٰ عالمہ فقیہ تھیں،احکام شرعیہ کا استنباط کرتیں تھیں۔ان کے شوہر امام مطہر فقیہ واستاد تھے جب اثناء درس کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہ اپنی بیوی کی طرف رجوع کرتے اور ان سے استفادہ کرتے۔

اسلامی مغرب (مراکش) میں فاطمہ الفہر یہ ام البنین ہوئیں،جنہوں نے فاس کے اندر تیسری صدی ہجری میں جامع القرویین کی بنیاد رکھی تھی اور جو اپنی تاسیس کے کچھ سالوں بعد ہی نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری دنیا میں اپنے طرز کی واحد یونیورسٹی بن گئی تھی۔یہ بھی عالمہ فاضلہ تھیں۔اسی طرح ان کی بہن مریم بھی عالمہ تھیں جنہوں نے فاس میں جامع الاندلس بنائی۔اندلس کی مشہور محدثات میں سے ام الحسن بنت سلیمان ہیں،کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اندلس کے مشہور محدث بقی ابن مخلد سے سماع کیا اور ان پر حدیث پڑھی۔انہوں نے حج کیا علماء حجاز سے ملاقات کی اور حدیث وفقہ سنی پھر اندلس لوٹیں۔پھر ایک بار اور حج کیا اور مکہ مکرمہ میں ہی وفات پائی۔اسلامی مغرب کی محدثات وفقیہات میں سے ہی اسماء بنت اسد ابن الفرات ہیں جنہوں نے اپنے والد ابن الفرات سے پڑھا۔ابن الفرات امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے اور ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق حدیث وفقہ کی روایت میں شہرت رکھتے تھے۔

امام سحنون کی بیٹی خدیجہ بہت بڑی عالمہ تھیں جن کے بارے میں امام قاضی عیاض نے اپنی کتاب ترتیب المدارك وتقريب المسالك لمعرفة اعلام مذهب مالك میں لکھا ہے: خدیجہ بہت عاقلہ وعالمہ تھیں،صاحب وقار اور دیندار تھیں۔ان کے زمانہ کی عورتیں ان سے دین کے مسائل میں استفادہ کرتیں اور ان کی اقتداء کرتی تھیں اور مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع ہوتیں۔ابن حزم نے اپنی مشہور کتاب طوق الحمامة فی الالفة والألاف جس کا ترجمہ دنیا کی اکثر زبانوں میں ہو چکا ہے، میں لکھا ہے:''اندلس کی عورتیں متعدد پیشوں: طب، گائڈینس،تعلیم، کاتنا اور سینا پرونا جیسے صنائع میں کام کرتی تھیں۔انہوں نے اپنے بارے میں بھی لکھا کہ بچپن میں

انہوں نے خواتین سے پڑھا تھا۔ مراکش کے مرابطی سلطان یوسف بن تاشفین کی بیٹی تمیمہ علم کے اندر فائق تھی اسی طرح ام عمرو بن زہر جو مشہور طبیب ابوبکر ابن زہر کی ہمشیرہ تھی، وہ بھی طب نظری وعملی میں ماہر تھی۔ المغرب کی بڑی عورتوں میں سے ہی بیرم بنت احمد الدیروطی تھی جو قراءات کی ممتاز عالمہ تھی اپنے والد کے ساتھ بیت المقدس آئی اور وہاں کے شیوخ سے پڑھا۔ اس کو بہت سے متون یاد تھے۔ موجودہ زمانہ میں انیسویں صدی کے آغاز میں شہر فاس میں سیدہ عالیہ بنت الشیخ علامہ الطیب بن کیران مشہور ہوئیں جو فاس کی مسجد اندلس میں علم المنطق پڑھاتی تھیں۔ وہ عورتوں اور مردوں کے لیے الگ اوقات میں درس دیتی تھیں۔ یہی حال عالم اسلام کے دوسرے علاقوں مصر، شام، عراق فارس، ترکی ماوراء النہر اور ہندوستان میں بھی تھا۔ جہاں مولانا شیخ ابوالحسن علی الحسنی الندوی ہمیں بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے خاندان کی عورتوں سے پڑھا جو علم شرعیہ وادبیہ میں تفوق رکھتی تھیں، اور یہ کہ ان کی بہنیں ادب وشعر میں حصہ لیتی تھیں۔

معاصر تاریخ میں بھی کئی مسلمان عورتیں علوم وادبیات کے میدانوں میں آگے بڑھی ہیں اور اپنے میدانِ تخصص میں انہوں نے خاصی سبقت اور تفوق حاصل کیا ہے۔ عالم اسلامی کی یونیورسٹیوں میں لڑکیاں لڑکوں سے آگے نکل رہی ہیں۔ علمی تحقیق وریسرچ کے میدان میں بعض نام بہت نمایاں ہوئے ہیں۔ بلکہ متعدد اسلامی ملکوں میں تو سائنس اور نالج کے بہت سے میدانوں میں مسلمان خواتین کے کارنامے تاریخ نے اُس دور میں بھی رکارڈ کیے ہیں جب دوسرے معاشروں میں عقلی میدان میں عورت کا کوئی خاص کارنامہ نہیں تھا۔ یہ تاریخی حقائق عربی واسلامی تہذیب کی تشکیل وترقی میں مسلمان عورت کے نمایاں کردار کے بارے میں ہمارے اندر فخر کا احساس پیدا کرتے ہیں اور دوسری طرف ہمیں اس پر ابھارتے ہیں کہ ہم آج کی مسلمان خاتون کو علوم ومعارف کے تمام میدانوں میں جانے اور ان میں آگے بڑھنے میں مدد دیں۔ اور اپنے اسلامی معاشروں کو ترقی دینے کے لیے اس کی صلاحیتوں اور ملکات کو استعمال کریں۔ اور اسلام کی روادارانہ اقدار کی روشنی میں ہماری موجودہ دنیا میں اجتماعی واقتصادی ترقی کے تقاضے اسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ایسا کرنے سے مسلمان خاتون کے اس کردار کا پھر سے اعادہ ہوگا جس پر پوری تاریخ میں عربی اسلامی تہذیب ناز کرتی ہے۔غالبًا یہی آج ہمارے سامنے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ کیونکہ عالم اسلامی آج ایک ہمہ جہتی علمی انقلاب کو دستک دے رہا ہے جس میں اس کے تمام فرزند مرد وخواتین شریک ہوں۔ جو ثوابت پر جمے رہنے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے لیے کھلے ذہن کا ثبوت دیں۔ حالات حاضرہ کے ساتھ ایسے تعامل کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اجتہاد ہی سے بہتر نتائج حاصل ہوں گے اور اسلامی معاشرے مستقبل میں صالح تبدیلیوں اور ارتقاء کے عمل میں داخل ہو جائیں۔

مذکورہ بالا سطور میں ہم نے بہت ہی اختصار کے ساتھ اور سرسری طور پر اسلام میں خاتون کے مقام کا جائزہ لیا ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ مختلف مسلم ملکوں اور شہروں میں اس کی عملی تطبیق بہت کچھ مختلف نظر آئے ۔اس اختلاف کی وجہ مقامی رسوم ورواج اور روایات کا اثر ہے۔ اسی طرح ہر معاشرہ کے اپنے حالات بھی عمل کی دنیا میں اثر ڈالتے ہیں۔لیکن اس بحث میں بنیادی اہمیت قانونی نصوص اور ان نصوص کی عالمانہ روشن تشریحوں اور مسلمانوں کی تاریخ میں ان نمونوں کی عملی تطبیقات کو حاصل ہے۔ پھر یہ بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام کے قافلے میں بہت سی قومیں شامل ہوتی گئیں جن کے اپنے رسم ورواج اور مقامی روایات تھیں جن کو مٹا دینا آسان نہ تھا۔ ساتھ ہی مسلم دنیا کے بہت سے حصے خارجی حملوں، سامراج کی دخل اندازیوں، فکری یلغار اور استعماری قبضہ وتسلط کا شکار رہے۔ جبکہ بعض حصے تہذیبی تنزل وپس ماندگی میں مبتلا رہے۔ لہذا آج بعض مسلمان معاشروں میں جو چیزیں رائج ہوگئی ہیں جن میں عورتوں کی خراب حالت بھی ہے ان میں میرے نزدیک اس صورت حال کے ذمہ دار وہ اثرات ہیں جو اوپر مذکور متعدد خارجی وداخلی عوامل سے ان معاشروں پر پڑے ہیں۔

حوالجات

۱۔ تاریخ الحضارات العام، المجلد الاول 2005 دارعویدات ، بیروت

۲۔ول ڈیورانت،قصة الحضارة، پہلا حصہ جلداول ص179-178 الطبعة العربیہ،ترجمہ الدکتورزکی نجیب محمود، بیروت، تونس،1988ء

۳۔ مصدرمذکور

۴۔ مونیک پیٹر Monique A Piettre, *La Condition feminine a travers les ages* تہذیب کے ارتقاء سے آج تک خواتین کی بدلتی حالت 45 عربی ترجمہ ہینری عبودی، دارالطبعة بیروت،1979

۵۔ مصدرمذکور

۶۔ ول ڈیورانت،قصة الحضارة، پہلا حصہ جلداول ص188

۷۔ مصدرمذکور، دوسرا حصہ جلددوم ص144

۸۔ مونیک پیٹر Monique A Piettre, *La Condition feminine a travers les ages* تہذیب کے ارتقاء سے آج تک خواتین کی بدلتی حالت،48

۹۔ سفرالتکوین:الاصحاح،3

۱۰۔ سفرارمیاہ الاصحاح،32

۱۱۔ النحل:59-58

۱۲۔ النساء:1

۱۳۔ المدثر:18

۱۴۔ الاعراف:19

۱۵۔ الاعراف:20

۱۶۔ البقرہ:36

۱۷۔ الاعراف:23

۱۸۔ الاحقاف:15

۱۹۔ الاسراء:23

۲۰۔ الاسراء:23

۲۱۔ صحیح مسلم

۲۲۔ ابن ماجہ

۲۳۔ النساء:19

۲۴۔ الطلاق:6

۲۵۔ سنن الدارمی

۲۶۔ الجامع الصغیرللسیوطی

۲۷۔ البقرہ:233

۲۸۔ البقرہ:187

۲۹۔ النساء:21